جناب محمد حبیب اللہ اوج

پاکستانی صحافت

کسی ملک کی صحافت دراصل اس ملک کی سیاسی، معاشی، ثقافتی اور معاشرتی حالت کی عکاس اور آئینہ دار ہوتی ہے۔ قومی اخبارات کو دیکھ کر آسانی سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس ملک کا معیارِ تعلیم اور معیارِ اخلاق کیا ہے؟ عوام کی سیاسی سوجھ بوجھ کیسی ہے؟ اور انھیں کس حد تک شہری حقوق حاصل ہیں تجارت و کاروبار کا کیا حال ہے؟ ملک کس حد تک خوش حال ہے اور اس کی رفتارِ ترقی کتنی ہے؟ مختصر یہ کہ اخبارات کسی ملک کی ترقی یا تنزل کے بادپیما کا کام دیتے ہیں۔

پاکستان میں صحافت نے گذشتہ بیس برس میں کیا ترقی کی؟ یہ جاننے اور جانچنے کے لیے ۱۹۴۷ اور آج کے اخبارات کی تعداد، ان کی اشاعت، ان کے گٹ اپ، ان کے معیار اور ان میں شائع شدہ مواد کا تقابل ضروری ہے۔ یوں تو قوموں کی زندگی میں بیس سال کا عرصہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا تاہم پاکستان چوں کہ ایک نوآزاد مملکت ہے اور اس کا قیام بیسویں صدی کا ایک عہد آفریں واقعہ، اس لیے اس کی بیس سالہ صحافت کا سرسری جائزہ اس ملک کی ہمہ گیر ترقی کا تخمینہ لگانے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتا ہے کیوں کہ اخبارات کے صفحات وہ آئینہ ہیں جس میں معاشرے کا حسن و قبح دونوں ہی نظر آتے ہیں۔

پاکستان تو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو وجود میں آیا مگر پاکستانی صحافت کی عمر پاکستان سے کہیں زیادہ ہے کیوں کہ پاکستان کو صحافت برصغیر کی تقسیم کے ورثے میں ملی۔ قیام پاکستان سے قبل ان صوبوں میں جن پر آج کا مغربی و مشرقی پاکستان مشتمل ہے مسلم صحافت ایک طویل عرصے سے مسلمانانِ ہند میں سیاسی بیداری پیدا کرنے، ان میں آزادی کی جوت جگانے، حب الوطنی کا جذبہ بیدار کرنے، ایثار و قربانی پر آمادہ کرنے، غرضیکہ آزادی کی جنگ میں بھرپور حصہ لینے کے لیے آمادہ کر رہی تھی۔

قدیم اخبارات

یہاں یہ ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا کہ برعظیم پاک و ہند میں سب سے پہلا اخبار کلکتہ سے ۲۹ جنوری ۱۷۸۰ کو جیمز آگسٹس ہکی نے "ہکی گزٹ" (Hickey Gazette) کے نام سے جاری کیا جو ۱۲×۸ کے چار صفحات پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد کئی اور اخبار انگریزی میں نکلنے شروع ہوئے مثلاً "اورینٹل ایڈورٹائزر (۱۷۸۴)، کلکتہ ہرکارہ (۱۷۹۵)، انڈیا گزٹ، بنگال گزٹ، کلکتہ جنرل ایڈورٹائزر وغیرہ وغیرہ۔

یہ سارے اخبار انگریزوں نے جاری کیے۔ اولین دور میں جو اخبار اہل وطن نے نکالے وہ فارسی زبان میں تھے اور سب سے قدیم فارسی اخبار "جام جہاں نما" تھا جو مئی ۱۸۲۲ میں کلکتہ سے شائع ہونا شروع ہوا۔ ایک سال بعد ۱۸۲۳ میں اس کے ساتھ ایک اردو ضمیمہ بھی نکلنے لگا۔ اس کے بعد آئینۂ سکندر (۱۸۳۱)، سلطان الاخبار (۱۸۳۵)۔ اور لدھیانہ سے "اخبار لدھیانہ (۱۸۳۵) نکلنا شروع ہوا۔ ۱۸۴۱ سے بہادر شاہ ظفر کے مغل دربار کا کورٹ گزٹ "سراج الاخبار" قلعہ معلیٰ سے فارسی میں شائع ہونے لگا۔

قدیم پاکستانی اخبارات

پاکستان کے پہلے دارالسلطنت کراچی سے پہلا اخبار "مفرح القلوب" ۱۸۵۶ سے نکلنا شروع ہوا۔ اس کی ادارت مرزا محمد شفیع خلف مرزا مخلص علی کرتے تھے۔ یہ اخبار ۱۸۷۵ تک جاری رہا۔ اردو کا پہلا اخبار ۱۸۳۶ میں دہلی سے جاری ہوا۔ اس کا نام "اردو اخبار" تھا اور اسے شمس العلما محمد حسین آزاد مرحوم کے والد مولوی محمد باقر نے نکالا تھا۔ ۱۸۳۷ میں سرسید مرحوم کے بڑے بھائی سید محمد خاں نے دہلی سے "سید الاخبار" اردو میں جاری کیا۔ اردو اخبار ۱۸۵۷ میں یعنی ہماری پہلی جنگ آزادی کے دور میں بند ہوگیا۔ ایک تحقیق کے مطابق "جام جہاں نما" اردو کا پہلا اخبار تھا جو ۲ مارچ ۱۸۲۲ کو جاری ہوا۔

سابق صوبۂ پنجاب کا اوّلین اخبار "کوہ نور" تھا جو ۱۸۵۰ میں منشی ہرسکھ رائے سکندر آبادی نے لاہور سے جاری کیا۔ اس کے خریداروں میں سر جان لارنس (جن سے لارنس روڈ اور لارنس گارڈن موسوم ہے) اور مسٹر میکلوڈ (جن سے لاہور اور کراچی کی میکلوڈ روڈ موسوم ہیں) بھی تھے اور یہ اخبار مدراس، بمبئی اور کلکتہ تک پڑھا جاتا تھا۔ اس اخبار کے ایڈیٹروں میں ہندو، مسلمان، عیسائی سب ہی

[illegible] قابل ذکر مدیران نادر علی شاہ، تاج الدین، منشی نول کشور، مرزا موحد، منشی نثار علی [illegible] ادیب، مولوی محمد کریم علی چشتی، مولوی محمد دین فوق وغیرہم شامل ہیں۔ مرزا مخلص علی [illegible] کراچی [illegible] ساتھ سکھر سابق صوبہ سندھ سے مطلع خورشید جاری کیا جو [illegible] فارسی کا اخبار مگر اس میں اردو مضامین اور اردو نظمیں بھی شائع ہوتی تھیں۔ ۱۸۶۵ء تک دونوں اخبار الگ الگ نکلتے رہے بعد ازاں مطلع خورشید کراچی میں منتقل کیا گیا اور دونوں اخبار ایک ہو گئے۔

پشاور

پشاور سے فارسی کا ہفت روزہ 'مرتضائی' نامی ایک ایرانی النسل مدیر نے جاری کیا تھا۔ ۱۸۵۷ء میں یہ جھوٹی خبر شائع کرنے پر کہ تلاٹ غازی رجمنٹ نے اپنے افسروں کو ہلاک کر دیا، کرنل نکلسن نے اس کے مدیر کو گرفتار کر لیا۔ پھر یہ اخبار بند ہو گیا۔

لاہور

کوہ نور کے نام میں کوئی ایسی کشش ضرور تھی کہ لاہور سے اسی سے ملتے جلتے نام کے کئی اخبار جاری ہوئے مثلاً دریائے نور۔ فقیر سراج الدین اس کے سرپرست تھے اور شہسوار الدین اس کے ایڈیٹر۔ مگر یہ اخبار جلد بند ہو گیا۔ اسی کے ایک مدیر منشی مہدی حسن خاں نے استعفیٰ دے کر ملتان سے 'ریاض الاخبار' جاری کیا تھا۔ ۱۸۵۵ء میں ایک ہفت روزہ لاہور گزٹ جاری ہوا جو وسط ۱۸۵۶ء میں بند ہو گیا۔ ۱۸۵۶ء میں 'پنجاب جرنیل' کا لاہور سے اجرا ہوا۔ انگریزی اخبار 'لاہور کرانیکل' کے مدیر سید محمد عظیم نے مارچ ۱۸۵۶ء میں پنجابی اخبار اور ایک سال بعد انگریزی میں 'دی پنجابی' شروع کیا۔

سیالکوٹ

سیالکوٹ سے 'چشمۂ فیض' جاری ہوا مگر ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں حکومت کے حکم سے وہ لاہور میں منتقل ہو کر چشمۂ خورشید کے نام سے نکلنے لگا۔ پہلی جنگ آزادی کے بعد یہ پھر سیالکوٹ منتقل ہو کر چشمۂ فیض کے نام سے جاری رہا۔ سیالکوٹ کا پہلا اخبار ریاض الاخبار تھا۔ چشمۂ فیض کے مدیر منشی دیوان چند نے ہفت روزہ خورشید عالم لاہور سے، ایک پندرہ روزہ 'ہمائے بے بہا' (۱۸۵۶ء) سیالکوٹ سے ماہنامہ 'نور علیٰ نور' اور ۱۸۵۳ء میں وکٹوریہ پیپر جاری کیا جو ۱۹۲۵ء تک جاری رہا۔

ملتان

منشی مہدی حسن خاں کے ریاض نور کو جاری ہوئے ڈیڑھ سال بھی نہیں ہوا تھا کہ فقیر غلام نصیر الدین کی زیر ادارت شعاع الشمس جاری ہوا۔

دوسرے اخبارات

۱۸۵۰ میں گوجرانوالہ سے منشی کنڈامل کی ادارت میں گلزار پنجاب ۱۸۵۴ میں گجرات سے مطلع الانوار، ۱۸۵۷ میں پشاور سے خوشی بہار، ۱۸۵۹ میں، اولپنڈی سے سہیل پنجاب جاری ہوئے۔ ان کے علاوہ اخبار طبابت (پشاور)، بحر حکمت (لاہور)، معلم ہند (لاہور)، معلم العلما (سیالکوٹ)، اخبار انجمن پنجاب، آفتاب پنجاب، ریفارمر (لاہور)، ہنتیشی (لاہور)، سوانح عمری (لاہور) بھی جاری کیے گئے۔

بنگال سے جو اخبارات جاری ہوئے تھے ان میں قابل ذکر یہ ہیں:

(۱) سماچار درپن۔ سن اجرا (۲۳ مئی ۱۸۱۸)

(۲) برہمن سدھی۔ (ستمبر ۱۸۲۱)

(۳) سمباد کومدی (۴ دسمبر ۱۸۲۱)

(۴) سماچار چندرکا (۱۸۲۱)

(۵) سمباد تمر ناشک (۱۸۲۳)

انگریزی حکومت پر تنقید

اس پس منظر کا مقصد محض یہ ظاہر کرنا ہے کہ جن علاقوں کو ۱۹۴۷ میں پاکستان میں شامل ہونا تھا ان میں ان اخبارات کے اجرا کے سبب نہ صرف علم کا چرچا تھا بلکہ سیاسی بیداری بھی پیدا ہو گئی تھی۔ شروع شروع میں تو انگریز حاکموں کے خلاف ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں ہی نے مل کر جدوجہد کی۔ اس جدوجہد میں اخبارات کا بھی کافی موثر حصہ تھا۔ یوں تو کمپنی بہادر اور سرکار انگریزی کا بڑا رعب اور دبدبہ تھا اور "نازک مزاج شاہاں تاب سخن ندارد" کے بمصداق حکومت وقت اپنے خلاف معمولی سی تنقید بھی سننے کی روادار نہ تھی مگر اس دور میں بھی اخبارات عوام کے جذبات و احساسات کی نمائندگی کرتے ہوئے حکام فرنگ پر چوٹ کر جاتے تھے۔ مثلاً ۲۴ نومبر ۱۸۷۱

کے اخبار پبلک اوپینین کے شمارے میں درج ہے:

"یہ عہد سابق دیسی ارکان کے کام اور انتظام کا یہ نتیجہ تھا کہ سرحدیں مستحکم تھیں۔ رعایا خوش حال تھی اور صرف تیس کروڑ آمدنی ملک میں تھی۔ دس لاکھ فوج تھی اور اس پر شاہی خزانہ اور کارخانہ معمور رہتے تھے۔ عجب ہے کہ تریپن [۵۳] کروڑ آمدنی میں صرف دو لاکھ ساٹھ ہزار فوج اور سرکار پر باوجود اجرائے نوٹ کے از حد قرض۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ سالانہ بجٹ خوب بنتا ہے مگر جب بچت نہیں تو محض لفافہ ہے۔ بارگ ماسٹری اور کمسریٹ اور دم وغیرہ میں کروڑوں پہ پانی پھر جاتا ہے جس کا حال سن کر حیرت ہوتی ہے۔ سرکار ایسی لکھ لٹ ہے کہ پنڈاروں کی لوٹ بھی اس نے مات کر دی۔"

۱۸۷۰ میں جب رعایا پر انکم ٹیکس عائد کیا گیا تو لوگ چیں بہ جبیں ہوئے۔ اسی زمانے میں مجلس لیجسلیٹو کونسل میں جب انکم ٹیکس پر بحث ہو رہی تھی تو مسٹر رچرڈ ٹمپل کے نام ایک پارسل آیا۔ اجلاس میں جب پارسل کھولا گیا تو اس میں سے دیا سلائی کی ایک ڈبیہ برآمد ہوئی۔ اس واقعہ پر لاہور کے "اکمل الاخبار" کا حاشیہ ملاحظہ ہو:

"کسی ظریف نے عین موقعہ پر دیا سلائی کی ڈبیا یا تو یاں مراد بھیجی ہوگی کہ صاحب آپ کے محکمے میں اندھیرا ہے روشنی کیجیے یا کسی جلے بھنے نے انکم ٹیکس سے جل کر ایسا کیا ہوگا کہ بجٹ کے کاغذات کو جو ہر سال غربا کے گلے پر چھری پھیرتے ہیں اور اس فکر میں ہیں کہ تسمہ لگا نہ رکھیں آگ لگائیے۔ مگر افسوس ہے کہ وہاں وہی ظلمت رہی اور مسٹر رچرڈ ٹمپل صاحب بہادر کے عرق خجالت سے دیا سلائیاں سیل گئیں۔"

اس طویل اقتباس کے لیے معذرت قبول فرمائیے مگر یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ سرکار انگلشیہ کے خلاف قلمی جنگ کا یہ سلسلہ کافی طویل عرصہ سے جاری تھا۔ بالآخر یہی جذبات آزادی ہند کی جنگ اور قیام پاکستان کی جدوجہد پر منتج ہوئے۔ انیسویں صدی سے بیسویں صدی میں آزادی کی تحریک منتقل ہوئی اور اخبارات نے ہر قسم کی پابندیوں اور قدغنوں کے باوجود اس شمع کو بجھنے نہ دیا تاآنکہ ہندوستان آزاد ہو گیا اور آزاد پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

آزادی سے قبل کے جرائد

آزادی سے پہلے ۱۹۳۴ میں لاہور میں ۲۴ راکتوبر کو پنجاب مجلس لیجسلیٹو کونسل کے اجلاس میں فنانس ممبر نے ایک سوال کے جواب میں اس وقت کے متحدہ پنجاب کے بڑے روزناموں کی اشاعت کے

یہ اعداد پیش کیے تھے:

(۱) ٹریبیون۔ پندرہ ہزار (۲) سول اینڈ ملٹری گزٹ۔ بارہ ہزار (۳) ڈیلی ہیرلڈ۔ پانچ ہزار۔

(۴) ایسٹرن ٹائمز۔ ایک ہزار تین سو۔

یہ تو تھا انگریزی اخبارات، ہندی کے اخبارات کی تعداد اشاعت ملاحظہ ہو:

(۱) ہندی ملاپ۔ پانچ ہزار (۲) اکالی پتر کا۔ دو ہزار تین سو۔

اردو کے اخبارات یہ تھے:

(۱) پرتاپ۔ گیارہ ہزار دو سو پچیس (۲) ملاپ۔ گیارہ ہزار دو سو پچیس (۳) بندے ماترم۔ تین ہزار (۴) ویر بھارت۔ دو ہزار پانچ سو (۵) انقلاب۔ تین ہزار چار سو پچیس (۶) زمیندار۔ تین ہزار دو سو اسّی (۷) سیاست ایک ہزار۔

آزاد مملکت کے اخبار

قیام پاکستان پر سابق صوبہ پنجاب میں جن اخبارات نے اپنی قلمی جد و جہد اور جہاد کے نتیجے میں سب سے بڑی اسلامی مملکت پر پہلی بار آفتاب آزادی کے طلوع ہونے کا نظارہ کیا ان میں قابل ذکر یہ تھے:

زمیندار۔ مدیر۔ مولانا ظفر علی خاں مرحوم۔ تاریخ اجرا جون ۱۹۰۳

انقلاب۔ مدیرین۔ مولانا غلام رسول مہر اور مولانا عبد المجید سالک مرحوم۔ تاریخ اجرا ۲ اپریل ۱۹۲۷

احسان۔ مالک۔ ملک نور الٰہی۔ تاریخ اجرا ۱۹۳۴

سیاست۔ مولانا سید حبیب مرحوم۔ تاریخ اجرا ۱۹۱۹

شہباز۔ مدیر۔ آقائے مرتضیٰ احمد خاں میکش مرحوم۔ سن اجرا ۱۹۲۲

نوائے وقت۔ مدیر۔ حمید نظامی مرحوم۔ تاریخ اجرا ۲۳ مارچ ۱۹۴۰

سول اینڈ ملٹری گزٹ۔ مدیر مسٹر لبٹن۔ سن اجرا ۱۸۷۲۔ کراچی اور لاہور سے بہ یک وقت۔

پاکستان ٹائمز۔ ایڈیٹر۔ ڈسمنڈ ینگ بعد ازاں فیض احمد فیض۔ سن اجرا ۴ فروری ۱۹۴۷

مشرقی پاکستان

مارننگ نیوز۔ سن اجرا ۱۹۴۲۔ اب کراچی اور ڈھاکہ سے بہ یک وقت شائع ہوتا ہے۔

پاکستان آبزرور۔ مدیر حمید الحق چودھری۔ سن اجرا ۱۹۴۸

آزاد (بنگالی)۔ ایڈیٹر۔ مولانا محمد اکرم خاں۔ سن اجرا ۱۹۳۶

سنگباد (بنگالی)۔ سن اجرا ۱۹۴۷

اتفاق (بند ہو چکا ہے)

مشرقی پاکستان (اردو) بند ہو چکا ہے۔

پاسبان۔ جاری ہے۔

کراچی

ڈان۔ مدیر۔ پوتھن جوزف۔ بعد ازاں الطاف حسین۔ سن اجرا ۱۹۴۲

کراچی ڈیلی (انگریزی) — بند ہو چکا ہے

ڈیلی گزٹ (" ") — بند ہو چکا ہے

سول اینڈ ملٹری گزٹ (انگریزی) — بند ہو چکا ہے

سندھ آبزرور۔ مدیر۔ پیر حسن محمد راشدی (بند ہو چکا ہے)

جنگ (اردو)۔ مدیر۔ میر خلیل الرحمٰن۔ سن اجرا ۱۹۳۶

انجام۔ مدیر۔ محمد عمر فاروقی (بند ہو چکا ہے)

رسائل

اردو رسائل میں ادبی دنیا جس کے ایڈیٹر مولانا تاجور نجیب آبادی اور بعد ازاں مولانا منصور احمد مرحوم تھے آزادی سے پہلے اور بعد مولانا صلاح الدین احمد مرحوم کی ادارت میں نکلتا رہا اور آج بھی مولانا عبد اللہ قریشی کی ادارت میں سہ ماہی کے طور پر جاری ہے۔ یہ رسالہ پہلے جہازی سائز پر شائع ہوتا تھا۔

تقسیم بلکہ آزادی کے بعد دہلی کا مشہور روزنامہ ساقی ہجرت کر کے شاہد احمد دہلوی مرحوم کے ساتھ کراچی منتقل ہو گیا اور اب بھی بیگم شاہد احمد کی ادارت میں اسی آب و تاب سے شائع ہوتا ہے۔ اسی طرح آزادی کے کافی عرصہ بعد نیاز فتح پوری مرحوم اپنے رسالہ نگار کو کراچی لے آئے یہ رسالہ اب بھی اسی انداز میں شائع ہوتا ہے۔

ترقی پسند تحریک کے نقیب نیا ادب، ادب لطیف اور سویرا آزادی کے بعد کافی عرصہ تک جاری رہے مگر اپنی تحریک کے ساتھ ایک ایک کرکے دم توڑ گئے۔ ادب لطیف مرزا ادیب کی ادارت میں جوں کا توں چلتا رہا۔ بعد ازاں سید قاسم محمود نے اسے ادبی ڈائجسٹ کی سی حیثیت دی مگر یہ تبدیلی اسے زیادہ راس نہ آئی۔ انتظار حسین نے مسیحائی کرنی چاہی مگر یہ نسخہ بھی کام نہ آیا۔ اب ناصر زیدی اس کے مدیر ہیں۔

سعادت حسن منٹو مرحوم اور حسن عسکری نے ایک ادبی رسالے کی طرح ڈالی مگر یہ بیل منڈھے نہ چڑھی۔ درمیان میں کئی رسائل نکلے اور چل بسے۔ اب نقوش محمد طفیل صاحب کی ادارت میں، 'فنون' (سہ ماہی) احمد ندیم قاسمی صاحب کی زیر ادارت۔ 'اوراق' سہ ماہی وزیر آغا کی ادارت میں۔ 'اردو ڈائجسٹ' الطاف حسین قریشی کی زیر ادارت اور 'سیارہ ڈائجسٹ' کہنہ مشق صحافی خورشید عالم صاحب کی ادارت میں شائع ہوتے ہیں۔ 'نقوش' اپنے نہایت ضخیم خاص نمبروں کے لیے ہند و پاکستان گیر شہرت کا حامل ہے۔ بہ قول پطرس مرحوم اس کے عام نمبر خاص اور خاص نمبر عام ہیں۔ اس کے ضخیم خاص نمبر جو بڑی محنت سے مرتب کیے جاتے ہیں، ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے ہیں۔ بعض صورتوں میں دوسرے اور تیسرے ایڈیشنوں تک کی نوبت آتی ہے۔ رسالہ ہر لحاظ سے معیاری ہے اور ریفرنس و ریسرچ (حوالہ و تحقیق) کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

'اردو ڈائجسٹ' نے پہلی بار اردو صحافت کو مشہور عالم 'ریڈرز ڈائجسٹ' کا متبادل پیش کیا۔ اس کا ہم عصر 'سیارہ ڈائجسٹ' ہے۔ اول الذکر کی اشاعت اسی ہزار سے ایک لاکھ تک ہے اور 'سیارہ ڈائجسٹ' دوسرے نمبر پر ہے۔ کتابت کے معیار اور ادارت کے معیار ہر دو لحاظ سے یہ ماہنامے اردو میں 'ریڈرز ڈائجسٹ' انگریزی کا نعم البدل ثابت ہو رہے ہیں۔ محکمۂ مطبوعات پاکستان کی طرف سے 'ماہ نو' پچھلے اٹھارہ سال سے 'آج کل' کی جگہ شائع ہو رہا ہے۔ پشاور سے رضا ہمدانی اور فارغ بخاری کا 'سنگ میل'، ممتاز شیریں کا 'نیا دور' (کراچی)، میاں بشیر احمد کا 'ہمایوں' (لاہور) اب بند ہو چکے ہیں۔ ان کی جگہ اب نئے رسائل نے لے لی ہے جن کی فہرست طویل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان رسائل کے ایک تو وسائل محدود تھے، دوسرے انھوں نے وقت کی رفتار اور عوام کے مذاق کا ساتھ نہ دیا بلکہ اپنے مذاق کو عوام پر مسلط کرنا چاہا۔

جہاں تک ہفتہ وار رسائل کا تعلق ہے ان میں قابل ذکر شورش کا 'چٹان' نوائے وقت سے 'قندیل'۔ ثاقب زیروی کا 'لاہور'۔ مولانا کوثر نیازی کا 'شہاب'، عبداللہ بٹ کا 'حرف وحکایت' ہیں۔ یہ سب لاہور سے شائع ہوتے ہیں۔ مگر ڈائجسٹوں کی بھرمار اور روزنامہ اخبارات کی ہفتہ وار اشاعتوں نے ان ہفت روزہ رسائل پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔

صحافت۔ آزادی کے جلو میں

آزادی سے قبل مسلم صحافت اور غیر مسلم صحافت کی ایک دوسرے سے آویزش تھی۔ قوم پرست مسلمان مدیران جرائد کو چھوڑ کر ——— جنھیں مسلمان قارئین میں کوئی مقبولیت حاصل نہ تھی، زیادہ تر مسلم اخبارات مسلم لیگ کے حامی اور مطالبۂ پاکستان کی پرزور وکالت کرتے تھے۔ میدان سیاست کے علاوہ جہاں کانگرس اور مسلم لیگ کے لیڈر ایک دوسرے کی کاٹ کرتے تھے، پاکستان اور اکھنڈ بھارت کی جنگ اخبارات کے کالموں میں بھی لڑی جا رہی تھی اور سچ پوچھیے تو اسی جنگ نے جسد سیاست میں زہر گھولا اور فرقہ وارانہ عصبیت کو ہوا دی جس کے نتیجے میں ہندو مسلم اتحاد کے لیے قائد اعظم کی کوششوں کے باوجود بالآخر انھیں سیاسی حل کے طور پر ہندوستان کی دو آزاد مملکتوں ——— مسلم ہندوستان اور بھارت میں تقسیم کا مطالبہ کرنا پڑا۔ یوں تو ہندوستان بھر کے اخبارات کے صفحات قلمی جنگ کے میدان بنے ہوئے تھے لیکن شمالی ہند میں یہ جنگ زوروں پر لڑی گئی۔ ایک طرف پرتاپ، ملاپ، ویر بھارت تھے تو دوسری طرف زمیندار، احسان اور انقلاب۔ زمیندار کے مدیر شہیر مولانا ظفر علی خاں مرحوم صرف آتش نوا مقرر ہی نہ تھے بلکہ ارتجالاً سیاسی نظمیں کہنے میں ان کا کوئی جواب نہ تھا۔ مولانا عبدالمجید سالک انقلاب میں اپنے کالم 'افکار و حوادث' میں ہندو اور سکھ اخبار نویسوں کی خوب خوب خبر لیتے تھے۔ مولانا مہر کے مدلل مقالات ہندو صحافت کے اعتراضات کا دنداں شکن جواب ہوتے اور 'احسان' میں وقار انبالوی کی سیاسی نظمیں مہاشوں کی نیند اڑاتی تھیں۔ آخر آخر میں حمید نظامی 'نوائے وقت' کا اجرا عمل میں لاکر اس جنگ آزادی میں شامل ہو گئے۔

آزادی کے نتیجے میں پرتاپ، پربھات، ملاپ اور ویر بھارت تو مشرقی پنجاب چلے گئے ڈان (دہلی)، جنگ اور انجام کراچی آ گئے اور اپنے ساتھ اپنے قارئین بھی لے آئے۔ مختصر مانزی کا

گجراتی 'ملت' بھی بمبئی سے نقل مکانی کرکے کراچی آگیا۔ مارننگ نیوز کلکتہ سے ڈھاکہ منتقل ہو گیا 'ٹریبیون' لاہور سے انبالہ چلا گیا۔

کراچی میں تین انگریزی روز نامے موجود تھے۔ 'سندھ آبزرور'، 'ڈیلی گزٹ' اور 'کراچی میل' مگر چونکہ یہ ہندوؤں کی ملکیت تھے اس لیے یہ اخبار جاں بلب تھے۔ سندھی زبان کا اخبار 'الوحید' البتہ سرگرم تھا۔ اردو کا کوئی قابل ذکر اخبار کراچی میں موجود نہ تھا۔ پشاور میں 'خیبر میل' اپنے نام کے برعکس جوں کی رفتار سے چل رہا تھا۔ پشاور کے تین اردو روز نامے 'الفلاح'، 'الجمعیۃ' اور 'سرحد' بڑی بے قاعدگی سے شائع ہو رہے تھے۔ لائل پور میں 'ڈیلی بزنس' اور 'سعادت' جوں توں نکل رہے تھے۔ ملتان اور حیدر آباد سے کوئی روز نامہ جاری نہ تھا۔ اگر صحافت تھی تو لاہور میں۔ لیکن آج راولپنڈی، ملتان، حیدر آباد، سیالکوٹ، ساہیوال، لائل پور، حیدر آباد، کوئٹہ، بہاولپور، ملتان اور کراچی کے علاوہ تقریباً ہر ضلع سے کوئی نہ کوئی اخبار ضرور شائع ہوتا ہے۔ مشرقی پاکستان میں ڈھاکہ اور چاٹگام اخبار نویسی کے اہم مرکز ہیں۔

کراچی میں اخبار 'جنگ' نے پچھلے بیس سال میں بڑی نمایاں ترقی کی ہے۔ آج اس اخبار کی اشاعت ایک لاکھ سے اوپر ہے اور یہ فخر کسی انگریزی روز نامے کو بھی حاصل نہیں ہے۔ جنگ کی ترقی یوں بھی قابل رشک ہے کہ دلی میں یہ اخبار نمایاں حیثیت حاصل نہ کر سکا تھا۔ اس کے محنتی مالک و مدیر میر خلیل الرحمٰن نے بتدریج اس روز نامے کو بڑی ترقی دی۔ اچھی کتابت، معیاری طباعت، رنگین تصاویر اور ایڈیشن معلومات آفریں مصور فیچرز۔ ملک کے مشہور ادیبوں کے خصوصی کالم، طنز و مزاح کے ایک چھوڑ دو دو کالم اس اخبار کی خصوصیات ہیں۔ یہ روز نامہ بہ یک وقت کراچی اور راولپنڈی سے شائع ہوتا ہے۔ دونوں ہی جگہ اس کے دفاتر بڑے ہی شاندار ہیں اور مغربی ممالک کے کسی اچھے اخبار سے ان کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

حیدر آباد کے اخبارات

قیام پاکستان کے بعد حیدر آباد بھی اخباری مرکز بنا۔ اس وقت حیدر آباد سے ایک انگریزی روزنامہ 'انڈس ٹائمز' (سن اجرا ۱۹۶۲) پاسبان (اردو) عبرت اور ہلال پاکستان (سندھی) شائع ہوتا ہے۔ ہلال پاکستان اور کلیم سکھر سے، زمانہ اور قاصد کوئٹہ سے۔ کائنات اور رہبر (دونوں سہ روزہ)

بہاول پور سے شائع ہوتے ہیں۔ لاہور کا مغربی پاکستان اپنا ایک ایڈیشن بہاول پور سے بھی شائع کرتا ہے۔

ارتقائی مرحلے

آزادی سے قبل کی اردو صحافت اور آزادی کے بعد سے لے کر آج تک۔ کی صحافت کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اردو صحافت نے بڑی تیزی سے ارتقائی مرحلے طے کیے ہیں۔ آزادی سے پہلے اردو اخبارات کا گٹ اپ کچھ اس طرح ہوتا تھا کہ صفحہ اول پر ایک طویل سیاسی نظم شائع کی جاتی تھی (اس مقصد کے لیے ایڈیٹر کا نامی گرامی شاعر ہونا ضروری تھا)۔ اداریے کے عنوان کے نیچے اداریہ کے موضوع کی مناسبت سے کوئی نہ کوئی پھڑکتا ہوا شعر دیا جاتا تھا۔ اداریے کی زبان زیادہ تر مسجع و مقفیٰ ہوا کرتی تھی۔ خطیبانہ اسلوب نثر کا رواج عام تھا۔ موضوع پر بالواسطہ طور پر بحث کی جاتی تھی۔ اداریہ کیا ہوتا تھا ایک ادبی مقالہ چھپا کرتا تھا جسے ایک اوسط تعلیم کا حامل قاری آسانی سے نہیں پڑھ سکتا تھا۔ خبروں کا انداز یہ تھا کہ ایک صفحے پر بالکل ابتدا میں پورے صفحے پر حاوی پھیلتی ہوئی سرخی یا سرخیاں ہوا کرتی تھیں۔ اس شہ سرخی کے نیچے کی چھوٹی چھوٹی سرخیاں مختلف خبروں سے متعلق دی جاتی تھیں۔ مثلاً

سردار ولبھ بھائی پٹیل ساتویں دفعہ گرفتار کر لیے گئے

گاندھی جی نے قانون توڑ کر نمک بنایا۔ کانپور میں پھر فساد۔ مرآد آباد میں مردہ زندہ ہو گیا

نہ "انٹرو" (خبر کا تعارف) ضروری تھا نہ یہ لازمی تھا کہ بڑی خبر اسی صفحے پر ہو۔ یہ خبریں مختلف صفحوں پر منتشر حالت میں ہوتی تھیں۔ زیادہ تر خبریں انگریزی اخبارات سے ترجمہ کر کے دی جاتی تھیں۔ عربی اخبارات سے اسلامی ملکوں کی خبریں خاص طور پر ترجمہ کی جاتی تھیں۔ اخبار کی کامیابی کے لیے یہ ضروری تھا کہ ایڈیٹر پائے کا لیڈر بھی ہو چنانچہ مولانا ظفر علی خاں کا اخبار 'زمیندار'، مولانا محمد علی کا 'کامریڈ'، اور 'ہمدرد'، مولانا شوکت علی کا اخبار 'خلافت'، اور مولانا آزاد کا 'الہلال' اور 'البلاغ' اور گاندھی جی کے 'ہریجن' کی کامیابی لیڈروں کے دم سے تھی مگر اس کے ساتھ ہی ان لیڈروں نے بے باکی، بے خوفی اور جرأت سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ ضمانتیں ضبط کروائیں۔ جیل کی صعوبتیں برداشت کیں مگر

عوام کے دلوں سے فرنگی راج کا خوف ہمیشہ کے لیے خارج کر دیا لیکن یہ اخبارات ان کے لیڈر لیڈروں کے ساتھ ہی عملی طور پر ختم ہو گئے۔ یہاں بیسویں صدی کے پہلے اور دوسرے دہے کے اخبارات میں مولوی محبوب عالم کے پیسہ اخبار کا ذکر بے جا نہ ہوگا جن کے نام پر لاہور کا ایک محلہ آج بھی موجود ہے۔ اسی طرح مولوی انشاء اللہ خاں کا اخبار "وطن" جس کے نام پر آج بھی وطن بلڈنگ لاہور میں موجود ہے۔ لالہ دینا ناتھ پاسی کے اخبار دیش، ہمالہ اور مصور اخبار بھی قابل ذکر ہیں۔ بیسویں صدی کے دوسرے تیسرے اور چوتھے دہے میں لالہ کرم چند کا اخبار پارس اور نانک شاہ ولی کا گورو گھنٹال بھی قابل ذکر ہیں۔ یہ اخبار شدھی اور سنگھٹن کا حامی تھا جس کے جواب میں زمیندار نے تنظیم اور تبلیغ کی تحریکوں کو آگے بڑھایا۔ مولانا ظفر علی خاں کی مشہور نظم ع

اک مست الست قلندر نے جب کفر کے چیلوں کو دھر رگڑا

کا مخاطب گورو گھنٹال ہی تھا۔ اس دور میں سنسنی خیزی عام تھی۔ دوسری جنگ عظیم نے اخبارات کا مزاج کسی قدر بدلا۔ جنگ کے آخری برسوں میں اخبارات نے رائٹر، اے پی اے اور یو پی اے کی سروس لینا شروع کی۔ جنگی تصویریں بھی گاہے ماہے چھپنے لگیں۔ کارٹونوں کی اشاعت کا بھی رواج چل پڑا۔ پارٹی پریس کو فروغ ہوا اور تقریباً تمام ہی سیاسی جماعتوں مسلم لیگ، کانگرس، مہا سبھا، احرار، خاکسار، کمیونسٹ، ریڈیکل ڈیموکریٹ، اکالی دل، جاٹ مہا سبھا، اتحاد پارٹی غرضیکہ سب ہی نے اپنے اپنے اخبارات جاری کیے جن میں سے بیشتر آزادی ملتے ہی بند ہو گئے۔

آزادی کے بعد

آزادی کے بعد مولانا چراغ حسن حسرت مرحوم کی ادارت میں 'امروز' نے مغربی پاکستان کی صحافت میں طرح نو ڈالی۔ اخبار کی پیشانی عام طور درمیان میں ہوا کرتی تھی۔ امروز نے صفحے کے دائیں طرف بالکل ابتدا میں پیشانی دینی شروع کی۔ جب پیشانی درمیان میں ہوا کرتی تھی تو اس کے دونوں جانب دو باکس ہوا کرتے تھے جن میں یا تو اشتہار شائع ہوتے تھے یا خبریں۔ امروز نے اس کی جگہ اس روز کی اہم ترین خبر کی شہ سرخی جلی حروف میں دینی شروع کی جس کے نیچے مقابلتاً خفی دوسری اور پھر تیسری سرخی دی جاتی تھی۔ خبر کا انٹرو یا افتتاحیہ چار کالمی سرلیبر لکھا جانے لگا۔ اخبارات کے صفحے پہلے تو صرف دو کالموں میں پھر چار کالموں میں تقسیم ہوتے تھے مگر اب چھ کالموں کا رواج ہوا۔ امروز ہی

سے اہم یا دل چسپ خبروں کو نسخ میں دینے کا رواج شروع کیا جو [illegible] کا نعم البدل تھا۔ کتابت کا معیار اونچا ہو گیا۔ ظاہری ٹیپ ٹاپ کے لحاظ سے یہ اخبار بالکل نیا اور اپنے ہم عصروں سے مختلف معلوم ہوتا تھا۔ اس اخبار کی جان اس کا مزاحیہ کالم تھا جو حسرت صاحب "سند باد جہازی" کے قلمی نام سے لکھا کرتے تھے۔ حسرت صاحب طرز ادیب، طنز نگار اور مزاح نگار تھے۔ چنانچہ ان کے کالموں میں طنز و مزاح کے سب ہی رنگ ملتے ہیں۔ ان کی طنز کی بنیاد زیادہ تر لفظی الٹ پھیر پر استوار ہوتی تھی۔ طنز کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ جس کو وہ اپنا ہدف بناتے تھے وہ چوٹ کھا کر بھی مسکراتا تھا۔ کبھی ترش رو نہیں ہوتا تھا۔

امروز کے عملۂ ادارت میں نوجوان کارکنوں کی تعداد زیادہ تھی جنھیں حسرت صاحب نے خصوصی تربیت دی۔ ایوب کرمانی مرحوم۔ انتظار حسین، امجد حسین یہ سب کے سب حسرت ہی کے تربیت یافتہ ہیں۔ امروز نے فیچروں کا انداز بھی بدلا اور انھیں نیا روپ دیا۔ امروز کی ایک اور خوبی جو آج بھی برقرار ہے پس منظر کا مستقل کالم ہے۔ اس کے علاوہ امروز کا ہفتہ وار علمی و ادبی ایڈیشن بڑا دل چسپ اور معیاری ہوا کرتا تھا۔ امروز نے دوسرے تمام معاصرین کو متاثر کیا اور چند ہی دنوں بعد تمام معاصر اسی کے رنگ میں رنگے گئے۔

ایک اور اخبار نویس جس نے اپنے وقت کی اردو صحافت کو متاثر کیا اور اداریہ نویسی میں طرزِ نو کی بنیاد ڈالی وہ نوائے وقت کے مرحوم مدیر شہید حمید نظامی تھے۔ نظامی مرحوم ایک بے باک اور جری صحافی تھے۔ انھوں نے اداریہ نویسی کو ایک نیا روپ بخشا۔ ان کے اداریے کا اسلوب براہِ راست تھا اور دل میں اتر جاتا تھا۔ وہ الفاظ کے استعمال میں بے حد محتاط تھے اور کوئی لفظ یا فقرہ ضرورت سے زائد استعمال نہیں کرتے تھے ـــــ اداریہ کے ساتھ ساتھ وہ مختصر مگر مدلل نوٹ اپنے خاص رنگ میں لکھا کرتے تھے۔ آزادی سے کچھ عرصہ قبل انھوں نے پنجاب میں مسلم لیگ کی بنیاد مستحکم کرنے کے سلسلہ میں کامیاب قلمی جہاد کیا اور لیگ کی پوری پوری تائید کی۔ پبلک سیفٹی ایکٹ کے خلاف مسلم لیگ نے سول نافرمانی شروع کی تو نوائے وقت پیش پیش تھا۔ آزادی کے بعد یہ اخبار کچھ عرصہ تک تو حکومت کا حامی رہا بعد ازاں اس نے اپوزیشن کا رول اختیار کیا اور تعمیری نکتہ چینی کو اپنا شعار بنا لیا۔ بالکل ابتدا میں جب خواجہ شہاب الدین

مرکزی وزیر اطلاعات تھے تو ایک مکتوب مفتوح میں نظامی مرحوم کے قلم سے یہ تاریخی فقرہ لکھا گیا تھا کہ "میں قلم کی عصمت کو ماں بہن کی عصمت سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔"

پرانے اور نئے اخبار

آزادی کے بعد سید حبیب مرحوم کا 'سیاست'، مولانا ظفر علی خاں کا 'زمیندار' اور مہر و سالک کا 'انقلاب' ایک ایک کر کے دم توڑ گئے کیوں کہ ان کا مشن پورا ہو چکا تھا۔ یہی حال 'احسان' اور 'آغاز' کا ہوا۔ علی محمد برق کا اخبار 'طاقت' اور وقار انبالوی کا 'سفینہ' یہ بھی عمر دو روزہ ہی لے کر آئے تھے۔ شریف حسین سہروردی نے بڑے طمطراق سے 'مغربی پاکستان' نکالا۔ احرار کی طرف سے 'آزاد' کا اجرا ہوا۔ جماعت اسلامی نے 'قاصد'، 'تسنیم' اور 'کوثر' جاری کیے۔ پھر 'نوائے پاکستان' معرض وجود میں آیا مگر اب صرف ان کی یاد باقی رہ گئی ہے۔ عورتوں کا واحد اخبار 'خاتون' بھی وقت کی چکّی میں پس گیا۔ مسٹر محمد سلیم نے 'ہلال پاکستان' جاری کیا۔ ۱۹۵۸ء کے مارشل لا کے بعد یہ اخبار بھی دم توڑ گیا۔ 'سول اینڈ ملٹری گزٹ' کی انتظامیہ نے اردو 'ملّت' جاری کیا جو چند روزہ بہار دکھا کر مرجھا گیا۔ 'آفاق' کا آغاز بھی دھوم دھام سے ہوا تھا تاہم ــــ خوش درخشید مگر شعلۂ مستعجل بود۔ مشہور اسلامی ناول نگار نسیم حجازی نے 'تعمیر' (راولپنڈی) کی ادارت چھوڑ کر 'کوہستان' جاری کیا جسے بعد ازاں وہ لاہور سے بھی نکالنے لگے۔ یہ اخبار دیکھتے دیکھتے افق صحافت پر چھا گیا کیوں کہ اس نے ہر دلعزیز صحافت کی طرح ڈالی۔ بدقسمتی سے ایک غلط خبر کی اشاعت کے جرم میں یہ اخبار کچھ عرصہ کے لیے بند کر دیا گیا۔ اسی زمانے میں نیشنل پریس ٹرسٹ اپنے کثیر سرمائے کے ساتھ قائم ہوا اور لاہور سے ایک نیا اخبار 'مشرق' جاری ہوا جو زیادہ تر کوہستان کے عملے پر مشتمل تھا۔ یہ اخبار بڑے جہازی سائز پر تھا۔ اپنے وسیع وسائل کے باعث یہ اخبار جلد ہی مقبول ہو گیا اور اس نے اس خلا کو پُر کر دیا جو کوہستان کی بندش کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا۔ معیاری کتابت، دل چسپ فیچر، خواتین کے لیے ہر روز ایک صفحہ جسے خاتون ایڈیٹر اور خاتون رپورٹریں پُر کرتی تھیں۔ انعامی خطوط، انتظار حسین کا 'باغ و بہار' 'لاہور نامہ' مشرق کی امتیازی خصوصیات رہیں۔ گو نیشنل پریس ٹرسٹ کے تمام اخبارات 'سرکاری اخبارات' تصوّر کیے جاتے ہیں جن میں پاکستان ٹائمز، امروز (لاہور، راولپنڈی)، مشرق (لاہور، پشاور اور اب کراچی)، مارننگ نیوز

(کراچی، ڈھاکہ) اور ڈو ینک پاکستان (بنگالی ڈھاکہ) شامل ہیں۔ تاہم ان اخبارات کی اشاعت کافی ہے اور یہ مقبول عوام بھی ہیں اس لیے کہ یہ اخبارات اداریوں پر کم اور دوسری دل چسپیوں پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان اخبارات کے اداریے اتنی دل چسپی سے نہیں پڑھے جاتے جتنی دل چسپی سے ان کے مصور فیچر یا کالم پڑھے جاتے ہیں۔ اس طرح "سرکار پرستی" کی چھاپ محسوس نہیں ہوتی۔ اب ان اخبارات نے ایک بدعت حسنہ شروع کی ہے یعنی پورے ہفتے میں چار رنگین و مصور خصوصی ایڈیشن میگزین سائز کے روزانہ اخبار کے ساتھ بلا قیمت دیے جاتے ہیں۔ مثلاً بچوں کا اخبار، فلمی ایڈیشن، ملّی یا مذہبی ایڈیشن، خواتین کا اخبار۔ ان کے علاوہ ایک سنڈے ایڈیشن بھی ہوتا ہے۔ اس طرح پاکستان میں صحافت اب پیشہ سے زیادہ صنعت کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ پہلے تو جس کے پاس چند سو روپے ہوا کرتے تھے وہ ڈیکلریشن حاصل کر کے اخبار نکال لیا کرتا تھا مگر اب جب تک لاکھوں کا سرمایہ پاس نہ ہو کوئی شخص یا ادارہ اخبار نکالنے کا تصوّر تک نہیں کر سکتا۔ اول تو اعلیٰ درجے کے ولائتی خود کار پریس اور اس کی الحاقی مشینوں کی ضرورت ہوتی ہے جو کم سے کم ایک گھنٹے میں چار سے چھ ہزار اخبار چھاپے، انھیں تہ کرے اور ان کے بنڈل بنائے۔ پھر اخبار کے لیے ایک وسیع عمارت اور عملے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب وہ دور گیا جب کوئی ایڈیٹر، ایک نائب اور ایک اہل کار کو رکھ کر اخبار نکال لیا کرتا تھا۔ آج اگر کوئی شخص امروز، جنگ یا مشرق کے عملے پر نظر ڈالے تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہوگا کہ کاتبوں کی اک فوج کی فوج کتابت میں مصروف ہے تو آرٹ ایڈیٹر اپنے نائبین کے ساتھ صفحات کی تزئین و ترتیب میں مشغول ہے جسے عرف عام میں کاپی جوڑنا کہا جاتا ہے۔ چیف ایڈیٹر، ایڈیٹر، نائب مدیران، شریک مدیران، رزیڈنٹ ایڈیٹرز، سب ایڈیٹرز، پروف ریڈرز یا مصحح کے علاوہ شفٹ انچارج صاحبان، اور رپورٹروں کی ایک قطار علاحدہ ہوتی ہے۔ ہر بیٹ (Beat) کے لیے ایک علاحدہ رپورٹر مقرر ہے۔ ایک صاحب صرف جرائم کی خبریں لے آتے ہیں تو ایک کا کام معاشرتی سرگرمیوں کو رپورٹ کرنا ہے۔ پھر فیچر نگار اور کالم نگار علاحدہ ہیں۔ بعض اخبارات میں ایک سے زائد مزاحیہ کالم ہوتے ہیں اور بعض اخبارات اپنے عملے کے علاوہ بیرونی صاحب طرز ادیبوں اور اہل قلم حضرات سے ہفتے میں ایک بار خصوصی کالم لکھواتے

ہیں۔ ان میں ابن انشار، احمد ندیم قاسمی، فیض احمد فیض، جمیل الدین عالی، زیڈ۔ اے۔ سلہری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ بعض اخبارات میں ایڈیٹر کے نام خطوط کو مرتب کرنے کے لیے ایک علاحدہ اور خصوصی ایڈیٹر مقرر ہے۔ اس طول طویل عملے کے علاوہ بیشتر اردو اور انگریزی اخبارات کے اپنے علاحدہ کارٹون ساز ہیں۔ ایک یا دو سیاسی کارٹونوں کے لیے اور ایک پاکٹ کارٹون کے لیے۔ کارٹون سازوں میں پاکستان ٹائمز کے انور، امروز کے قاضی، مشرق کے میر صاحب مارننگ نیوز کے عزیز اور جنگ کے زیدی قابل ذکر ہیں۔ ڈان کا اپنا کارٹون ساز آجکل ہے اس کے باوجود ڈان، پاکستان ٹائمز، پاکستان آبزرور، انڈس ٹائمز اور مارننگ نیوز سنڈیکیٹ فیچرز، اور سنڈیکیٹ سپورٹس کارٹون، رنگین کامکس، معاشرتی کارٹون وغیرہ شائع کرتے ہیں۔

ایک بڑا کارنامہ

صدر ایوب کے دور کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ اردو اخبارات کو پریس کمیشن کی سفارش پر انگریزی اخبار کی سطح پر لا کھڑا کیا گیا۔ ویج بورڈ نے اپنے پہلے ایوارڈ میں چیف ایڈیٹروں، ایڈیٹروں، رزیڈنٹ ایڈیٹروں، فیچر نگاروں، کالم نگاروں، نائب ایڈیٹروں، سب ایڈیٹروں اور کاتبوں کی کم سے کم تنخواہوں کے سکیل مقرر کرائے ہیں جو اخبارات کی اے۔ بی اور سی، کیٹگری کے تناسب سے مختلف ہیں۔ آج چیف ایڈیٹر دو ہزار کے قریب تنخواہ لیتا ہے تو رزیڈنٹ ایڈیٹر اور ایڈیٹر کی مجموعی تنخواہ پندرہ سو ہے۔ رپورٹر حضرات ایک ہزار سے زائد کماتے ہیں۔ کوئی سب ایڈیٹر سوا تین سو ساڑھے تین سو سے کم تنخواہ حاصل نہیں کرتا۔ ان اخبارات کا سالانہ خرچ لاکھوں میں ہے اور اسی تناسب سے ان کی آمدنی بھی ہے۔ پروگریسو پیپرز لمیٹڈ کی سالانہ آمدنی ایک چھوٹی موٹی دیسی ریاست کی آمدنی کے برابر نہیں تو کم بھی نہیں آج کے بڑے اخبارات کے نیوز روم میں بہ یک وقت کئی شہرۂ آفاق خبر رساں ایجنسیوں کے ٹیلی پرنٹر دنیا بھر کی خبروں کا ڈھیر لگاتے نظر آتے ہیں۔ ان میں رائٹر، اے پی پی۔ پاکستان پریس ایسوسی ایشن، ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ، ازانس فرانس پریس، یونائیٹڈ پریس آف پاکستان، نیو چائنا نیوز ایجنسی، تاس وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے بیرون ملک کی بعض خبر رساں ایجنسیوں نے کسی نہ کسی قومی خبر رساں ایجنسی سے معاہدہ کر رکھا ہے اور مقامی خبر رساں ایجنسی

ان کی خبریں بھی کریڈٹ کرتی ہے۔ ان کے علاوہ بڑے اخبارات کے اپنے نمائندے لندن، واشنگٹن، ماسکو، کولمبو، ایران، قاہرہ، استنبول غرضیکہ دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں متعین ہیں۔ ان بیرونی نامہ نگاروں کے علاوہ ملک کے دونوں حصوں کے اضلاع میں ان اخبارات کے نامہ نگاروں کا جال بچھا ہوا ہے۔

آج کے اخبارات

آج اردو اخباروں کی اشاعت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے اور چونکہ زندگی کا معیار اونچا ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ ہر چیز کی قیمتیں بھی بڑھ رہی ہیں اس لیے اخبارات اب شاذ ہی ذاتی ملکیت ہیں اور زیادہ تر اخبارات جائنٹ سٹاک کمپنی کی ملکیت میں آ رہے ہیں جیسے نوائے وقت، پروگریسو پیپرز لمیٹڈ وغیرہ۔ ساتھ ہی بیرونی ممالک کی طرح پاکستان میں بھی اخبارات کے زنجیرے یا (Chains) بن رہے ہیں یعنی اخبارات بہ یک وقت کئی کئی جگہ سے شائع ہو رہے ہیں اور ایک اخبار کے دفتر سے روز نامہ، ہفتہ وار اور ماہنامے بھی اجرا ہو رہے ہیں۔ مثلاً پروگریسو پیپرز کی طرف سے پاکستان ٹائمز، امروز (جو کسی وقت کراچی سے بھی شائع ہوتا تھا)، لیل و نہار ہفتہ وار (اب بند ہو چکا ہے) اور سپورٹس ٹائمز نوائے وقت کے دفتر سے (جو لاہور اور راولپنڈی سے شائع ہوتا ہے، ملتان ایڈیشن بند ہو چکا ہے)، قندیل۔ جنگ (کراچی، راولپنڈی) کے دفتر سے اخبار جہاں۔ مشرق (لاہور۔ کراچی، پشاور) کی تنظیم کی جانب سے اخبار خواتین شائع کیے جاتے ہیں۔ باہمی صحت مند مقابلہ کے سبب اخباروں کی گٹ اپ، مواد، تصاویر، رنگین ایڈیشن اور جرائم کی خبروں پر زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ صنعت کی ترقی کے سبب اشتہارات کثرت سے شائع ہوتے ہیں اور ان کے نرخ بھی اتنے اونچے ہیں کہ ۱۹۴۰ میں ان کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا تھا پہلے تو اخبار سستے نرخ کے باوجود مشتہرین کی خوشامد میں مصروف رہتے تھے مگر ان دنوں مشتہرین کو بڑے اخبارات کی خوشامد کرنی پڑتی ہے اس کے باوجود انھیں بعض دفعہ مایوسی ہوتی ہے۔

اردو صحافت کی کمزوریاں

اردو اخبارات اپنی تمام خوبیوں کے باوجود ٹائپ میں شائع نہ ہونے کے سبب انگریزی

اخبارات سے کسی قدر پیچھے ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے اردو اخبارات کو بڑی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ ٹائپ کو مقبول بنانے کی کوشش کی گئی مگر ٹائپ مقبول نہ ہو سکا۔ اس کے علاوہ اردو اخبارات کو ترجمہ کا جھمیلا بھی ہے کیوں کہ اردو ٹیلی پرنٹر ملک میں رائج نہ ہو سکے البتہ ریڈیو فوٹو سروس کے سبب واشنگٹن، ماسکو، پیرس، لندن اور ٹوکیو سے اسی کے اسی دن تصویریں وصول ہو جاتی ہیں۔

مختصر یہ کہ ۱۹۴۷ء کے مقابلے میں:

آج اخبارات کی ضخامت بہت بڑھ گئی ہے۔ پہلے اخبار دو اور چار صفحات پر شائع ہوتے تھے اب مستقلاً دس بارہ اور سولہ صفحات پر شائع ہوتے ہیں۔ پہلے اخبار لیتھو طریق طباعت اختیار کیے ہوئے تھے جس کے سبب اخبار نہ نظر افروز ہوتے تھے نہ ان میں تصاویر شائع کی جا سکتی تھیں۔ پھر یہ تصاویر مضحکہ خیز انداز میں شائع ہوتی تھیں مگر آج آفسٹ اور لیتھو طریق طباعت کے طفیل اخبارات نکھرے ستھرے مصوّر اور رنگین شائع ہوتے ہیں۔ پہلے ایڈیٹروں کی تنخواہ مشکل سے اسّی یا سو روپے ہوا کرتی تھی۔ مترجم ساٹھ روپیہ پایا کرتے تھے۔ آج کے ایڈیٹر ہزار سے اوپر تنخواہ پاتے ہیں۔ دوسرے ارکان عملہ کی تنخواہ بھی اسی تناسب سے بڑھ گئی ہے۔ پہلے ایک آنہ یا آدھ آنہ میں اخبار مل جاتا تھا مگر اب چار آنے اس کی قیمت ہے۔ اخبارات میں اشتہارات کے نرخ بہت معمولی تھے مگر ان دنوں اخبارات کے نرخ پندرہ تا بیس روپیہ فی انچ کالم ہیں۔ پہلے کارٹون شاذونادر شائع ہوتے تھے مگر ان دنوں معیاری سیاسی و اصلاحی کارٹون عام ہیں۔ آج سے بیس سال قبل بہت کم اخبارات ٹیلی پرنٹر سروس سے استفادہ کرتے تھے اب ہر اخبار میں کئی کئی خبر رساں ایجنسیوں کے ٹیلی پرنٹر کام کرتے ہیں۔ فنی اعتبار سے اردو اخباروں نے خاصی اور قابل ذکر ترقی کی ہے ٹیلی پرنٹر سروس، ونڈ ائک طباعت کے سبب تصاویر اور مواد کی بہ یک وقت اشاعت ریڈیو فوٹو سروس، رنگین چھپائی، فیچر سنڈیکیٹ سروسوں سے استفادہ وغیرہ وغیرہ ان کی مثالیں ہیں۔ اخبارات کی اشاعت کافی بڑھ گئی ہے۔ جنگ ایک لاکھ سے زائد چھپتا ہے۔ ڈان، پاکستان ٹائمز، مشرق ساٹھ اور ستّر ہزار چھپتے ہیں۔